Rooh-e-Tahqeeq, Vol.04, No.01, Serial No. 11, January – March 2026

Iqbal's travelogue in the light of his letters

سفر نامہ اقبال مکاتیب اقبال کی روشنی میں

Dr. Abeera Ahmad
Post-Doctoral Fellowship, Institute of Urdu Language & Literature
University of the Punjab, Lahore - Pakistan
abeerahgull@gmail.com

Muhammad Hammad Niazi
PhD Scholar, Institute of Urdu Language & Literature, University of the Punjab
hammadniazi19984@gmail.com

Abstract:
The letters of Allama Muhammad Iqbal written to contemporary religious scholars, literary figures and political leaders form an important part of his intellectual and literary legacy. These letters are unique in style and rich in thought, reflecting his deep engagement with the religious, cultural and political issues of his time. During his travels to different countries for the pursuit of knowledge and to deliver lectures, Iqbal continued to express his ideas through correspondence. These letters provide a broad view of the political conditions of the Indian sub-continent and the socio-cultural environment of various Muslim societies. They also reveal his personal connections with spiritual and religious circles, showing the close link between his beliefs and his public life. Although, written in prose, the language of these letters often carries a poetic tone, which adds to their literary value. This study examines Iqbal's correspondence as both historical evidence and literary expression, highlighting its importance for understanding his thought and personality more fully.
Keywords: Allama Muhammad Iqbal, Letters, Travelogue, Muslim society, political thought, Intellectual history.

مکاتیب اقبالؒ جہاں ہمیں افکار اقبالؒ کو سمجھنے میں معاون ہیں وہیں ان کی زندگی کے دیگر متفرق پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ سنین وار ان مکاتیب کا مطالعہ ہمیں علامہ اقبالؒ کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ ان میں سے بیشتر مکاتیب عالم اسلام کے مسائل پر علامہ اقبالؒ کی گہری نظر اور فکری بصیرت کی خبر دیتے ہیں۔ تاریخ عالم اور سیاستِ اقوام عالم ہو یا فلسفہ و تصوف کے مسائل اقبالؒ کسی مقام سے سرسری نہیں گزرے۔ علامہ محمد اقبالؒ کی زندگی سراپا حرکت و عمل تھی۔ علامہؒ نے اپنی زندگی میں متعدد سفر اختیار کیے۔ اس سلسلے کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہوا۔ جرمنی اور لندن میں قیام کے دوران انھوں نے متعدد خطوط تحریر کیے اور وطن واپسی پر اپنے رفقاے کار سے مراسلت کا رشتہ استوار رکھا۔ علامہ اقبالؒ نے اندرون و بیرون ملک جو سفر اختیار کیے اور بالخصوص علمی و تدریسی معاملات کی غرض سے جن اسفار کا قصد کیا ان کا ذکر ان کے مکاتیب میں بھی ملتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسفار محض حصول علم یا تدریس کا ذریعہ ہی نہیں رہے بلکہ علامہؒ کی روحانی سیرابی کا باعث بھی ہوئے۔ علامہ اقبالؒ نے اگر اپنے جذبِ دل کی پرورش کا قرینہ فطرت کی آغوش میں سیکھا تو سفر کی صعوبتوں میں مسلم امہ کی اقوام عالم میں سربلندی کے راز سیکھے۔ علامہ اقبالؒ نے بیرون ملک متعدد سفر حصول علم اور تدریس کی غرض سے کیے۔ بعد ازیں بین الاقوامی سطح پر مسلم فکر کی نمائندگی، فلسفہ و تصوف کے ادق موضوعات پر لیکچرز دینے کے لیے آپ کو

مدعو کیا جاتا رہا۔ بیرون ملک بیشتر سفر آپ نے اتحاد بین المسلمین کے سفیر بن کر کیے۔ بغرض علاج پر فضا مقامات پر قیام کیا اور کبھی اپنی روحانی آبیاری کے لیے کسی دور افتادہ مقام پر چند دن کے لیے سکونت فرمائی تو وہاں سے بھی مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔

شاعر کا دل آرزوؤں کا صنم کدہ ہوتا ہے اور ایک جہان اپنی وسعتوں کے ساتھ اس میں آباد ہوتا ہے۔ ایک مکتوب بنام خواجہ حسن نظامی مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۶ء میں علامہ اقبالؒ اپنے دل شاعر کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں۔

"میرے پہلو میں اک چھوٹا سا بت خانہ ہے کہ ہر بت اس صنم کدے کا رشکِ صنعت آذری ہے۔ اس پرانے مکان کی کبھی سیر کی ہے؟ خدا کی قسم بنارس کا بازار فراموش کر جاؤ۔"(۱)

علامہ محمد اقبالؒ مولوی انشاء اللہ خان کے نام ایک مکتوب مورخہ ۱۲ ستمبر میں سفر دہلی اور دہلی کے اہم تاریخی مقامات و مزارات کی زیارت کا احوال لکھتے ہیں۔ دہلی میں علامہ اقبالؒ کا قیام خواجہ سید حسن نظامی کے دولت کدے پر رہا۔ خط کی ابتدائی سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں قدم دھرنے کے بعد اقبالؒ اول حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ کے مزار کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ کسی بھی اہل دل سے جو عازم دہلی ہو توقع کی جاسکتی ہے۔ غالب کے مزار پر بھی اسی شام حاضری دی۔

"شام کے قریب ہم اس قبرستان سے رخصت ہونے کو تھے کہ میر نیرنگ نے خواجہ صاحب سے کہا کہ "ذرا غالب مرحوم کے مزار کی زیارت بھی ہو جائے کہ شاعروں کا حج یہی ہوتا ہے۔"(۲)

ان صاحبانِ ذوق کی معیت میں علامہ اقبالؒ قیام دہلی کے دوران شہنشاہ ہمایوں اور داراشکوہ کی آرام گاہوں پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ:

"شہنشاہ ہمایوں کے مقبرے پر فاتحہ پڑھا۔ داراشکوہ کے مزار کی خاموشی میں دل کے کانوں سے ھوالموجود کی آواز سنی۔" (۳)

اقبال ہمایوں کی آرام گاہ کے لیے مقبرے اور داراشکوہ کے مرقد کے لیے مزار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

دہلی میں جن صاحبان کو علامہ اقبالؒ کی میزبانی کا شرف حاصل رہا ان میں اقبالؒ خواجہ سید حسن نظامی، شیخ نذر محمد، میر نیرنگ اور شیخ محمد اکرام کا ذکر کرتے ہیں۔

اقبال ۳ ستمبر کو بمبئی کا قصد کرتے ہیں اور ۴ ستمبر کو بذریعہ ریل یہاں پہنچتے ہیں۔ ٹامس کک کی ہدایت کے مطابق اقبالؒ یہاں انگلش ہوٹل میں قیام کرتے ہیں۔ بمبئی کے قیام کے دوران اقبالؒ کی دل چسپی کا محور تاریخی مقامات سے زیادہ خود اہل بمبئی ہیں۔ انگلش ہوٹل کے پارسی منتظم کا ذکر علامہؒ بہت جذب سے کرتے ہیں۔ ہوٹل میں مقیم یونانی سوداگر سے مکالمے کو علامہ اقبالؒ نے ملکی اقتصادی صورتِ حال اور ہندوستانیوں کی ناعاقبت اندیشی کے تناظر میں بہت دردمندی سے بیان کیا ہے۔ علامہ نے ایک اور ترک مسافر سے جس کی زبان سے بھی وہ آشنا نہ تھے اپنی فکری نشستوں کا احوال خط میں لکھا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی اس نوجوان شاعر سے جو ینگ ٹرک پارٹی کا رکن ہے تاریخ انگلستان اور سیاسیات پر گفتگو چشم کشا ہے:

”میں نے اسے بتایا کہ ینگ پارٹی کو انگلستان کی تاریخ سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ جس طریق سے رعایائے انگلستان نے بتدریج اپنے بادشاہوں سے پولیٹیکل حقوق حاصل کیے، وہ طریق سب سے عمدہ ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان انقلابوں کا بغیر کشت وخون ہو جانا کچھ خاک انگلستان ہی کا حصہ ہے۔“ (۴)

بمبئی کے اسلامیہ مدرسے میں ایک طالب علم سے علامہ کا بمبئی میں مسلم کالج کے قیام سے متعلق مختصر مکالمہ بمبئی کے مسلمانوں کے اقتصادی استحکام کے تناظر میں اس مسلمان طبقے کی واضح فکر اور طے شدہ ترجیحات کا آئینہ دار ہے۔ علامہ اقبالؒ اس مکالمے کا خط میں ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”یہاں کے مسلمان تمول میں کسی اور قوم سے پیچھے نہیں ہیں، لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ تمول کے ساتھ ان میں عقل بھی ہے۔“ (۵)

قیام بمبئی میں علامہ اقبالؒ کو جہاں پارسی قوم کی دولت و عظمت، معاشی پہلو سے ان کی وابستگی، تاریخ سے آگاہی اور سیاسی بصیرت متاثر کرتی ہے وہیں ان کی ادب سے ناآشنائی خصوصاً فارسی ادبیات سے ان کا نابلد ہونا قابل افسوس لگتا ہے۔ اردو سے آشنائی یہاں مسلمانوں میں بھی کم ہے۔ مسلمان گجراتی پڑھتے جب کہ اردو سمجھ سکتے ہیں۔ خط ہی کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبالؒ کا بمبئی میں وارد ہونا سفر لندن کی غرض سے تھا۔ ۷ستمبر کو علامہ وکٹوریہ گھاٹ سے بحری جہاز کے ذریعے عازم لندن ہوتے ہیں۔ بحری سفر کی روداد وہ خط میں یوں لکھتے ہیں:

”جہاز کے سفر میں دل پر سب سے زیادہ اثر ڈالنے والی چیز سمندر کا نظارہ ہے۔ باری تعالیٰ کی قوت لامتناہی کا جو اثر سمندر دیکھ کر ہوتا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے ہوتا ہو۔ حج بیت اللہ میں جو تمدنی اور روحانی فوائد ہیں ان سے قطع نظر کر کے ایک بڑا اخلاقی فائدہ سمندر کی ہیبت ناک موجوں اور اس کی خوفناک وسعت کا دیکھنا ہے جس سے مغرور انسان کو اپنے ہیچ محض ہونے کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔“ (۶)

بحری جہاز کے اس سفر کی روداد میں اقبالؒ کا دل فطرت شناس بہت جگہ نمایاں ہوتا ہے خصوصاً جہاز کے عرشے سے طلوع آفتاب کا نظارہ بڑی وارفتگی سے بیان کرتے ہیں:

”طلوع آفتاب کا نظارہ ایک دردمند دل کے لیے تلاوت کا حکم رکھتا ہے۔ یہی آفتاب ہے جس کے طلوع و غروب کو میدان میں ہم نے کئی بار دیکھا ہے مگر یہاں سمندر میں اس کی کیفیت ایسی ہے کہ

نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد“ (۷)

اس سفر میں علامہ اقبالؒ جہاز کے فعال اور مستعد فرانسیسی عملے کے علاوہ ایک ٹالسٹائی سے ناواقف روسی پادری صاحب اور کوئٹہ کے ایک صاحب خبر ڈپٹی کمشنر سے علمی مباحث کا ذکر کرتے ہیں۔ علامہؒ خط کی آخری سطور میں سرزمین عرب کے لیے والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ سرزمین عرب جیسے جیسے قریب آتی جاتی ہے یہ آشفتگی اور ازخود رفتگی بڑھتی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

”تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقش قدم دیکھے ہیں اور تیرے کھجوروں کے سائے نے ہزاروں ولیوں اور سلیمانوں کو تمازتِ آفتاب سے محفوظ رکھا ہے۔ کاش میرے بدکردار جسم کی خاک تیرے ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرے اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔“ (۸)

مولوی انشا اللہ خان کے نام ہی ایک مکتوب مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء علامہ اقبالؒ کیمبرج پہنچ کر لکھتے ہیں۔ سویز میں اپنی آمد کا ذکر کرتے ہی مسلمان دکانداروں سے مڈ بھیڑ کو علامہؒ نے مسلمان آباء کی وسیع تجارتی کامیابیوں کے تناظر میں ایک فطری میلان قرار دیا ہے۔ سویز کے مقامی مسلمان باشندوں سے رسمی گفتگو کو اقبالؒ نے شگفتگی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ سویز کینال کو وہ عجائبات دنیا میں سے ایک قرار دیتے ہیں ، کہیں اسے مشرق و مغرب کا اتحاد لکھتے ہیں جس کی وجہ تجارتِ اقوام میں در آنے والا وہ تجارتی تغیر ہے جس کا موجب سویز کینال ہے۔ پورٹ سعید پہنچ کر مساجد، مدرسے، اسلامی گورنر کا مکان اور موجدِ سویز کینال کا مجسمہ علامہ اقبالؒ کی توجہ کا مرکز بنتا ہے۔ اقبالؒ لکھتے ہیں کہ یہاں یہودی، فرانسیسی، انگریز، یونانی، مسلمان غرض دنیا کی سب قومیں آباد ہیں۔ خط کے چند بیانات سے ان کی مکتوب الیہ سے بے تکلفی کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ اقبالؒ تختہء جہاز پر جمی رقص و سرود کی محفل میں شامل مسافروں کو محظوظ کرنے والی ایک نوعمر رقاصہ کا ذکر اس اعتراف کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس کا حسن اقبالؒ پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن اس حسن پرست طبیعت کے عقب میں علامہؒ کی بلند فکری وہاں ظاہر ہوتی ہے جہاں وہ رقاصہ کے انعام طلب کرنے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

”میری نگاہ میں وہ حسن جس میں استغنا کا غازہ نہ ہو بد صورتی سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔“(۹)

مکتوب میں اقبالؒ بحرِ روم میں داخل ہونے پر اپنی دلی کیفیات کو بیان کرتے ہیں۔ ایک مکمل غزل بھی جو انہی لمحات کی عطا ہے خط کے متن میں شامل ہے۔ اس غزل کا مطلع یوں ہے:

مثال پرتوِ مے طوفِ جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

(۱۰)

غزل کے ایک شعر میں مازنی کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

ہرے رہو وطنِ مازنی کے میدانو
جہاز پر سے تمھیں ہم سلام کرتے ہیں

(۱۱)

علامہ اقبالؒ کو ماسیلز تک جو فرانس کی ایک مشہور بندرگاہ ہے پہنچنے میں چھ روز صرف ہوئے۔ ماسیلز کے نوٹرڈیم گرجا کا ذکر اقبالؒ اس مکتوب میں مختصراً کرتے ہیں:

”اس کی عمارت کو دیکھ کر دل پر یہ بات منقوش ہو جاتی ہے کہ دنیا میں مذہبی تاثیر ہی حقیقت میں تمام علوم و فنون کی محرک ہوتی ہے۔“ (۱۲)

لندن میں علامہؒ کی میزبانی شیخ عبدالقادر کرتے ہیں۔

عطیہ فیضی کے نام خطوط مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۰ء اور اپریل ۱۹۱۰ء میں اقبالؒ کے سفر حیدر آباد اور خاندانِ حیدری کی جانب سے میزبانی اور عزت افزائی کا ذکر بصد خلوص ملتا ہے۔ اقبالؒ ان خطوط میں اپنے سفر حیدر آباد کی غرض و غایت بیان نہیں کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان مکاتیب سے ان کی مراد ان کے اور عطیہ فیضی کے درمیان در آنے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ مکتوب مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۰ء میں لکھتے ہیں:

”میرا سفر حیدر آباد بلا مقصد نہ تھا۔ عند الملاقات عرض کروں گا۔ خاندان حیدری سے ملاقات ہی مقصود سفر نہ تھا۔“ (۱۳)

مکتوب مورخہ ۷ اپریل ۱۹۱۰ء میں لکھتے ہیں:

”میری سیاحت حیدر آباد سے متعلق کوئی نتائج اخذ نہ کیجیے مثلاً اعلیٰ حضرت حضور نظام میری قدر افزائی فرما رہے ہیں۔ اس معاملے میں خود میری تحریر کا انتظار فرمایئے۔ میں نے اتنا سفر اس زمانے میں جب کہ میرے پاس قطعاً گنجائش نہ تھی صرف ملاقاتوں کے لیے اختیار نہیں کیا تھا۔"(۱۴)

سفر حیدر آباد سے متعلق عطیہ فیضی کی ناراضی اور ایک والیِ ریاست کی جانب سے ملنے والی ممکنہ قدر دانی جس کا مکتوب کے مندرجات میں اقبال انکار کرتے ہیں عطیہ بیگم کی بلند فکری کی بھی غماز ہے۔ اسی خط میں اقبالؒ عطیہ کی لاہور آمد اور اقبالؒ کو اس کی اطلاع نہ دینے پر خود بھی رنجیدہ اور گلہ گزار نظر آتے ہیں۔

محمد دین فوق کے نام اک خط مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۵۰ء اقبالؒ کیمبرج سے روانہ کرتے ہیں ۔ اس خط کے مندرجات تقریباً حرف بہ حرف وہی ہیں جو علامہ اقبالؒ نے مولوی انشا اللہ خان کے نام خط مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء میں تحریر کیے تھے۔ البتہ علامہؒ نے بے تکلفانہ لکھی ہوئی چند سطور، تختہ جہاز پر محوِر قص نو عمر رقاصہ کا قصہ اور دلی جذبات وغیرہ حذف کر دیے ہیں۔

محمد اکرام صاحب کے نام ایک مختصر خط مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء اپنے اختصار کے باوجود اپنے مندرجات کی بدولت بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس خط میں اقبالؒ سیاحتِ اندلس سے متعلق اپنے جذبات اور شہرہ آفاق نظم "مسجدِ قرطبہ" کا ذکر کرتے ہیں جو خط کے تحریر میں آنے تک شایع نہ ہوئی تھی۔ لکھتے ہیں:

”الحمرا کا تو مجھ پر کچھ زیادہ اثر نہ ہوا لیکن مسجد کی زیارت نے مجھے جذبات کی ایسی رفعت تک پہنچا دیا جو مجھے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔“ (۱۵)

ہسپانیہ کی سرزمین پر لکھی گئی فنی و فکری اعتبار سے بے مثل اس نظم کے ابتدائی اشعار ہیں:

سلسلہ روز و شب نقش گر حادثات
سلسلہ روز و شب اصل حیات و ممات
سلسلہ روز و شب تار حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات (۱۶)

اقبالؒ نے اس خط میں میڈرڈ یونیورسٹی میں دیے گئے اپنے اہم لیکچر بہ عنوان ”ہسپانیہ اور عالم اسلام کا ذہنی ارتقا“ کا ذکر کیا ہے۔ یہ اطلاع بھی بہم پہنچائی ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی ان کے چھ خطبات شایع کرنا چاہتی ہے۔

لندن سے لکھے ہوئے ایک خط بنام خواجہ حسن نظامی دہلوی مورخہ فروری ۱۹۰۸ء میں علامہ اقبالؒ انگلستان میں اسلامی مذہب و تمدن پر شروع کیے ہوئے لیکچروں کے سلسلے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ لیکچر "اسلامی تصوف"، "مسلمانوں کا اثر تہذیبِ یورپ پر"، "اسلامی جمہوریت "اور اسلام اور عقل انسانی "وغیرہ کے موضوعات پر دیے گئے۔ انھوں نے اس مکتوب میں انگلستان میں مسٹر آرنلڈ سے ملاقاتوں کا ذکر رغبت سے کیا ہے۔

خواجہ حسن نظامی کو کیمبرج سے ارسال کردہ خط مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں اقبال اسلام اور تصوف کے تعلق، قرآن میں تصوف اور وحدت الوجود سے متعلق آیات وغیرہ کی بابت استفسار کرتے ہیں اور ہندوستان میں قاری شاہ سلیمان صاحب سے ان امور میں مدد چاہتے ہیں۔ اس خط کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہؒ دیارِ غیر میں ہر ملک ملک ماست کے مصداق امت مسلمہ کے مسائل اور تاریخ و مذہب پر تحقیق و تدقیق کو کس درجہ انہاک اور استقامت سے جاری رکھے ہوئے تھے۔

قیام انگلستان کے دوران جاری رہنے والا یہ علمی کام جس کا ذکر اکثر مکاتیب میں ملتا ہے اس وقت پوری قوت اور تنظیم کے ساتھ سامنے آتا ہے جب نومبر ۱۹۳۱ء میں علامہؒ کیمبرج یونیورسٹی میں خطاب کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں۔ علامہؒ ۱۸ نومبر ۱۹۳۱ء کو اپنی مادر علمی کیمبرج پہنچتے ہیں۔ یہاں اقبالؒ کا خطبہ دو قومی نظریے کے حوالے سے کلیدی نکات کی وضاحت کرتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ”مذہب بے حد ضروری چیز ہے۔ مذہب عرفان و ایقان کا نام ہے۔ فلاسفروں نے کیا کہا؟ وحدت بھی حقیقت ہے اور کثرت بھی حقیقت ہے۔ کثرت کو بے وجود سمجھ کر وحدت پر زور دینے سے کوئی مفید نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے سیاسی حالات پر بھی یہ نظریہ کلیتاً منطبق ہوتا ہے۔ ہمیں ماننا چاہیے کہ ہم ایک نہیں متعدد قومیں ہیں۔“ (۱۷)

لندن میں اقبالؒ کا قیام گول میز کانفرنسوں میں شرکت کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مکتوب مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۲ء میں وہ لکھتے ہیں:

> ”میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ انگلستان میں مسلم مطالبات پیش کرتے ہوئے میں بے حد مایوس تھا اور ذہن کی یہ کیفیت اب تک برقرار ہے۔“ (۱۸)

لندن میں قیام کے دوران اقبال کی علمی مصروفیات میں تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی شامل رہیں۔ قیام لندن کا ذکر کرتے ہوئے اقبالؒ مکتوب بنام سر کشن پرشاد ۱۵ اپریل میں لکھتے ہیں:

> ”انگلستان میں مجھ کو عارضی طور پر چھ ماہ کے لیے لندن یونیورسٹی کا عربی کا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔“(۱۹)

مزید لکھتے ہیں:

> ”انگریزی میں چھوٹی چھوٹی تصانیف کے علاوہ ایک مفصل رسالہ فلسفہء ایران پر لکھا ہے جو انگلستان میں شایع ہوا تھا۔“(۲۰)

علامہؒ کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں وہ اپنے آبائی مسکن سیالکوٹ اور شہر لاہور کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی مقیم رہے اور خط و کتابت کا باقاعدہ سلسلہ دوران سیاحت بھی جاری رہا۔ دہلی، بمبئی، حیدرآباد، الہ آباد، شملہ (شملے میں قیام کی وجہ غالباً خرابی صحت اور نقرس کا مرض رہی ہے)، بھوپال (یہاں بھی گلے کے علاج کی غرض سے علامہؒ کو کچھ عرصہ سکونت اختیار کرنا پڑی تھی نیز ۱۹۳۱ء میں مولوی صالح محمد کے نام بھوپال سے ایک مکتوب روانہ کیا جس میں مسلمانوں کے سیاسی اختلافات کو رفع کر کے انھیں ایک مرکز پر لانے کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔) اورنگ آباد اور جموں میں اقبالؒ مقیم رہے۔ علامہ اقبالؒ نے حبیب الرحمن خان شروانی کے نام ایک خط فورٹ سنڈیمن برٹش بلوچستان سے بھی

تحریر کیا۔ سید تقی کے نام ایک مکتوب جس پر تاریخ درج نہیں کی گئی، کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے یہ فورٹ سنڈیمن کی جانب سفر کے دوران تحریر کیا گیا ہے۔

"پہلے روز ۷۳ میل سفر گھوڑے پہ کیا۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ مجھے کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی۔ لیکن جو تکلیف محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو لذیز ہو جاتی ہے۔ فورٹ سنڈیمن ابھی یہاں سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے، پرسوں پہنچیں گے بشرطیکہ بارش نہ ہوئی۔" (۲۱)

بھوپال سے علامہ کی خط و کتابت مولانا سید سلیمان ندوی سے رہی۔ مذہبی امور سے متعلق استفسارات اقبال انھیں تحریری شکل میں ایک عرصہ دراز تک روانہ کرتے رہے ہیں۔ پنجاب میں قادیانی فتنہ، حیات و نزول مسیح، ختم نبوت، اختلاف بین المسالک، جمہوریت و آمریت جیسے موضوعات مکاتیب میں زیر بحث آتے رہے۔ مختلف کتب و رسائل مثلاً "رسالہ اتقان فی ماہیت الزمان"، "جواہر الفرد"، "افکار ابن عربیؒ"، "محی الدین ابن عربیؒ کے مسئلہ زمان و مکان کی تلخیص"، "رسالہ فی تحقیق الامکان"، وغیرہ اقبال نے بہ صد اصرار مولانا سید سلیمان ندوی سے مراسلت کے دوران طلب کی ہیں۔

سید نذیر نیازی کے نام مکتوب مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء میں سفر یورپ کا عندیہ بھی ظاہر کرتے ہیں اور لندن کی اسٹوٹولین سوسائٹی کے دعوت نامے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لندن کی Aristotelian Society نے مجھ سے کسی فلسفیانہ مضمون پر لیکچر دینے کی درخواست کی تھی جو کہ ختم کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے۔ Is religion possible" (۲۲)

نیاز الدین خان کے نام مکتوب مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۳ء میں لکھتے ہیں۔

"میں نے لارڈ لووین کی دعوت قبول کرلی ہے۔ میرا موضوع فکر اسلامی میں تصور زمان و مکاں ہوگا۔ یہ ایک ادق موضوع ہے اور ایسے مخطوطات کی مدد سے جن میں کم از کم بعض ابھی تک عدم پتہ ہیں، کافی تفتیش و تحقیق کا طالب ہے۔" (۲۳)

سید نعیم الحق کے نام مکتوب مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء میں لکھتے ہیں:

"مجھے ممکن ہے اواخر مارچ ۱۹۳۴ء میں آکسفورڈ میں لیکچروں کے سلسلے کے لیے انگلستان جانا پڑے۔" (۲۴)

سفر انگلستان کی تیاری ہی میں اقبال کی مراسلت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ سے بھی ہوئی جن میں اقبال نے محی الدین ابن عربیؒ کی تعلیمات سے متعلق سوال پیش کیے ہیں۔ اس نوعیت کا فقط ایک خط دستیاب ہے۔ علامہؒ لکھتے ہیں:

"میں نے گذشتہ سال انگلستان میں مجدد الف ثانیؒ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں۔" (۲۵)

آکسفورڈ یونیورسٹی کی جانب سے ملنے والی روڈز خطبات کی دعوت کا ذکر اقبالؒ مکتوب بنام مس مارگریٹ فارقوہرسن مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء میں بھی کرتے ہیں:

"میں نے یہ دعوت قبول کرلی ہے۔ میں جس موضوع پر یہ خطبات دینا چاہتا ہوں وہ خاصی تحقیق و تفتیشِ علمی کا طالب ہے۔" (۲۶)

یہ خاتون قیام لندن کے دوران اقبال سے ملی تھیں اور نیشنل لیگ آف انگلینڈ کی صدر تھیں۔ فلسطینی عربوں کے

حقوق کے حوالے سے سرگرم اور مسلم امہ کے مسائل میں دل چسپی رکھنے کے باعث اقبالؒ کی ہم خیال تھیں۔ اقبالؒ سے ان کی مراسلت سے ان کی اسلامی دنیا کے لیے دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔

سید نذیر نیازی کے نام ایک مکتوب مورخہ ۲۰ جون ۱۹۳۴ء میں لکھتے ہیں:

"کل جنوبی افریقہ سے دعوت آئی ہے اور وہاں کے مسلمان مصر ہیں کہ یہاں کا وعدہ ضروری ہے۔ گزشتہ ہفتے ایک خط جرمنی سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ ترکی کی طرف سے بھی مجھے دعوت دی جانے والی ہے۔" (۲۷)

۱۹۳۴ میں اقبالؒ کی علالت طول پکڑ گئی۔ انگلستان کا سفر بھی موخر ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اقبالؒ درونِ ہندوستان سفر کرنے سے بھی معذور ہیں لہٰذا مولوی عبد الحق کے نام مکتوب مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ء میں لکھتے ہیں:

"اگر اردو کانفرنس کی تاریخوں تک میں سفر کرنے کے قابل ہو گیا تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن اگر حاضر نہ بھی ہو سکا تو یقین جانیے کہ اس اہم معاملے میں کلیتاً آپ کے ساتھ ہوں۔" (۲۸)

اسی طرح مکتوب مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں علی گڑھ حاضر ہونے سے بھی معذوری ظاہر کرتے ہیں۔ فلسطین کانفرنس کی صدارت سے مجبوری ظاہر کرنے پر علامہ اقبالؒ کا ملال خط کی عبارت سے ہویدا ہے۔

محمد جمیل کے نام ایک خط مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں:

"اب باوجود مالی مشکلات کے ایران و ترکی کے سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس سفر کے لیے جو میں محض اسلام اور مسلمانوں کی بہتری و بلندی کے لیے اختیار کر رہا ہوں زادِ راہ میسر آ جائے گا۔ مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ میرا سفر میسور مسلم نوجوانوں میں تاریخی تحقیق کے شوق و ذوق کا باعث ہوا۔" (۲۹)

یہ وہ وقت ہے جب اقبالؒ نے علمی سفر اپنے خطبات کی پیش کش کی غرض سے بھی اختیار کیے۔ محمد جمیل ہی کے نام ایک مکتوب میں آئندہ مصروفیات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"میرے خطبات اب مکمل ہو چکے ہیں اور غالباً اسی ماہ علی گڑھ میں ان کے سنانے کے لیے جاؤں گا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے بھی اواخر جنوری ۱۹۳۰ء میں اسی سلسلے میں حاضری کی دعوت موصول ہوئی ہے۔ مدراس کی طرف سے بھی دعوت نامہ موصول ہوا ہے۔" (۳۰)

خواجہ حسن نظامی کے ذکر کے ساتھ سفر دہلی کی اقبالؒ کی خواہش اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پر حاضری کا جذبہ بیشتر مکاتیب میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

سر کشن پرشاد کے نام مکتوب مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء میں بھی دو دفعہ حضرتؒ کی درگاہ پر حاضری کا ذکر کرتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ پیر سنجرؒ کے دربار میں حاضر نہ ہو سکے۔

سر کشن پرشاد کے نام مکتوب مورخہ ۲۶ فروری میں لکھتے ہیں :

"۲۸ فروری کو دہلی جانے کا قصد۔ ہے وہاں سے ممکن ہوا تو سرکار خواجہؒ میں بھی حاضر ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے! خواجہ حسن نظامی رفیق راہ ہوئے تو کیا عجب ہے کہ

دل بیتاب جا پہنچے دیار پیر سنجرؒ میں

میسر ہے جہاں درمان درد ناشکیبائی" (۳۱)

سر دار ایم بی احمد کے نام مکتوب مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۲۲ء میں اقبال غالباً اپنے مکتوب الیہ کے کسی استفسار کا جواب دیتے ہیں جو ان کے قیام جرمنی کے حوالے سے جرمنی کی درسگاہوں سے متعلق ہے۔ اقبال اس خط میں اپنی جرمنی سے متعلق معلومات کو غیر تسلی بخش قرار دیتے ہوئے جرمنی سے کسی تازہ وارد سے رابطہ کرنے کو کہتے ہیں۔

مکاتیب اقبال کی مدد سے علامہ محمد اقبالؒ کے اختیار کردہ علمی اور تفریحی اسفار کی ایک مربوط سفرنامے کی صورت تشکیل کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ زیر نظر تحریر بھی اس سلسلے میں ایک ناچیز کاوش ہے۔ اقبالؒ کی فکری عظمت جہاں ان کے مکاتیب میں اٹھائے گئے سوالوں اور مباحث سے ظاہر ہے وہیں اقبالؒ کے سفرنامے کی مدد سے اقبالؒ کی راہ طلب میں زحمت کشی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر لازم ہے رہرو کے لیے دنیا میں سامان سفر (۳۲)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عطااللہ، شیخ، مرتب، اقبال نامہ، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان۔ ۲۰۱۲ء طبع دوم)، ص ۶۰۷۔

(۲) عطااللہ، شیخ، اقبال نامہ، ص ۵۰۔

(۳) ایضاً۔ ص ۵۱۔

(۴) ایضاً۔ ص ۵۴

(۵)۔ ایضاً۔ ص ۵۵۔

(۶) ایضاً۔ ص ۵۹۔

(۷) ایضاً۔ ص ۶۰۔

(۸) ایضاً۔ ص ۶۱۔

(۹) ایضاً۔ ص ۶۶۔

(۱۰) ایضاً۔ ص ۶۷۔

(۱۱) ایضاً۔ ص ۶۸۔

(۱۲) ایضاً۔ ص ۶۹۔

(۱۳) ایضاً۔ ص ۴۳۷۔

(۱۴) ایضاً۔ ص ۴۴۱۔

(۱۵) ایضاً۔ ص ۵۸۴۔

(۱۶) نیاز احمد، شیخ، کلیات اقبال اردو، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ ۱۹۹۶ء طبع سوم)، ص ۳۸۵۔

(۱۷) محمد حمزہ فاروقی، سفر نامہ اقبال، (لاہور: بزم اقبال۔ ۲۰۱۳ء)، ص ۸۶۔

(۱۸) بشیر احمد ڈار، لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال، (کراچی: اقبال اکیڈمی۔ ۱۹۶۹ء)، ص ۹۔

(۱۹) عطااللہ، شیخ، اقبال نامہ، ص ۴۹۵۔

(۲۰) ایضاً، ص ۴۹۵۔

(۲۱) ایضاً، ص ۵۷۰۔

(۲۲) ایضاً، ص ۵۷۶۔

(۲۳)ایضاً، ص۵۸۵۔

(۲۴)ایضاً، ص۳۱۵۔

(۲۵)ایضاً، ص۳۲۳۔

(۲۶)ایضاً، ص۳۳۰۔

(۲۷) ایضاً، ص۵۷۷۔

(۲۸) ایضاً، ص۴۰۲۔

(۲۹) ایضاً، ص۴۱۰۔

(۳۰) ایضاً، ص۴۱۴۔

(۳۱) ایضاً، ص۵۱۱۔

(۳۲) نیاز احمد، شیخ، کلیات اقبال(اردو)، ص۲۴۲۔

Bibligraphy

- Bashir Ahmad Dar, Letters and Writings of Iqbal, (Karachi: Iqbal academy, 1969)
- Atta Ullah Sheikh, Iqbal nama (comp.) (Lahore: Iqbal academy,2012)
- Muhammad Hamza Farooqi, Safar nama e Iqbal, (Lahore: Bam e Iqbal,2013)
- Niaz Ahmad Sheikh, Kulliyat e Iqbal (Urdu) (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and sons, 1996)
-

❖❖❖